جماعت احمدیہ کو پُر امن رہنے کی تلقین

(فرمودہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۵ء)

تشہد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں یہ بتایا تھا کہ واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حملہ جو مرزا شریف احمد صاحب پر ہؤا ہے وہ نہ صرف انگیخت بلکہ سازش کا نتیجہ ہے اور یہ دو باتیں اس بات کے ساتھ مل کر کہ متواتر قادیان میں بھی اور باہر بھی جماعت احمدیہ کے زعماء اور خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے افراد اور پھر عورتوں اور احمدی جماعت کے مقاماتِ مقدسہ کے متعلق حملہ کی تحریکیں وضاحتًا یا کنایۃً اور اشارۃً متواتر ہوتی چلی آ رہی ہیں، ایسی اہمیت اختیار کر لیتی ہیں کہ ہم اس سوال کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جس شخص کے دل پر پڑتی ہے وہی جانتا ہے کہ اس کی کیا حالت ہے گورنمنٹ ہمارے احساسات اور جذبات کو نہیں سمجھ سکتی اور وہ معذور ہے اس بات سے کہ ہمارے جذبات و احساسات کو سمجھے۔ جس شخص کا اکلوتا بچہ مر جاتا ہے اس کے گھر میں نالہ وفغاں سے جو کہرام برپا ہوتا ہے اس کو وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے جو اس کے پڑوس میں رہتے اور دیوار بادیوار مکان رکھتے ہیں مگر ان کے گھر اس دن بچہ پیدا ہؤا ہوتا ہے۔ جس شخص کے گھر بچہ پیدا ہو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور اس گھر کے چھوٹے بڑے افراد شاداں وفرحاں ہوتے ہیں لیکن جس گھر میں موت کا واقعہ ہو جائے اس کے احساسات بالکل جداگانہ ہوتے ہیں۔ اس حملہ سے احرار خوش ہیں کہ ان میں سے ایک نے جرأت دکھائی اور وہ وار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گو اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسے

ناکام رکھا کیونکہ جو اس کا مقصد تھا وہ پورا نہ ہوا لیکن پھر بھی احرار خوش ہیں کہ انہوں نے اتنی جرأت تو دکھائی کہ جماعت احمدیہ کے ایک معزز فرد پر حملہ کردیا۔ پس احرار کے جذبات ہمارے جذبات سے بالکل مختلف ہیں۔ وہ خوش ہیں کہ ہم نے ایک حملہ کرلیا، پھر گورنمنٹ کے وہ افسر بھی خوش ہونگے جو احرار کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور خیال کرتے ہوں گے کہ ہم نے احمدیہ جماعت کو ایک اور ذلّت پہنچالی مگر جو احساسات و جذبات ہمارے ہیں وہ نہ صرف اس حملہ کی وجہ سے بلکہ اسے دوسرے حملوں کی ایک کڑی سمجھنے کی وجہ سے بالکل جُداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً مردوں سے تجاوز کرکے احمدی جماعت کی عورتوں پر حملہ کرنے کے خیال سے ہی ہر احمدی کپکپا جائے گا، اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو جائے گا اور وہ فوراً ان نتائج کو سمجھ جائے گا جن کو دوسرے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ یا مثلاً ان حملوں کے بعد مقاماتِ مقدسہ پر احرار کے حملہ کا خیال کرکے بھی ایک احمدی کا دل کانپ جائے گا اور وہ ان یقینی نتائج کو فوراً سمجھ جائے گا جسے حکومت نہیں سمجھ سکتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت ہماری نگاہ میں کیا شان رکھتی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ جماعت کا وقار کتنا قیمتی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ احمدیت کیا اعزاز رکھتی ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ مقاماتِ مقدسہ کی کیا شان ہے اور ان کی حفاظت کے لئے انسان کو کس حد تک قربانیاں کرنی چاہئیں مگر گورنمنٹ ان امور کو نہیں سمجھتی وہ اس مسجد اقصیٰ کو جس میں مَیں اِس وقت خطبہ پڑھ رہا ہوں ایک ویسی ہی اینٹوں اور گارے کی بنی ہوئی مسجد سمجھتی ہے جیسی دنیا میں اور ہزاروں مسجدیں ہیں مگر ایک احمدی کے نزدیک یہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے مقاماتِ مقدسہ میں سے ہے اور اس کی حفاظت کے لئے صدیوں کی انسانی نسلیں بھی قربان کی جاسکتی ہیں پس نہ گورنمنٹ ہمارے ایک نقطۂ نگاہ کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے اور نہ وہ ہمارے جذبات کو پورے طور پر سمجھنے پر قادر ہوسکتی ہے۔ ہاں اگر جھوٹے طور پر کوئی شخص یہ خبر مشہور کردے کہ سینٹ پیٹرس کا گرجا گرانے کی کوشش کی جارہی ہے تو پھر اسے معلوم ہو کہ کس طرح اس کے جذبات میں تموّج پیدا ہوتا ہے اور دنیا دیکھ لے کہ کس طرح حکومتِ برطانیہ اپنی ساری فوجوں کے ساتھ سینٹ پیٹرس کے گرجا کی حفاظت کرتی اور اسے گرانے کی کوشش کرنے والوں کو سزا دیتی ہے حالانکہ سینٹ پیٹرس کے گرجا کی جو عزت گورنمنٹ کی نگاہ میں ہے وہ ہماری اس مسجد کی اس عظمت کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی جو جماعت احمدیہ کے دلوں میں ہے۔ پس گورنمنٹ اپنے مذہبی اختلاف کی وجہ سے

ہمارے جذبات کا اس طرح اندازہ نہ کر سکنے پر جس طرح وہ ہمارے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں معذور ہے لیکن بہر حال اس کی اس ناواقفیت کی وجہ سے ہمارے احساسات میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔

اگر ہم دیکھیں کہ کوئی قوم ہمارے مذہبی مقاماتِ مقدسہ پر حملہ کرنے والی ہے تو یقیناً ہمارے جسم کا ذرّہ ذرّہ غیظ وغضب سے بھر جائے گا اور ہمیں شدید اشتعال پیدا ہوگا اور یقیناً ہمارے جسم اور ہماری روح کا ذرّہ ذرّہ یہ کہے گا کہ ان مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے ہمیں ہر ممکن قربانی کرنی چاہئے اور جس طرح بھی ہو سکے انہیں قائم اور محفوظ رکھنا چاہئے لیکن ایک مقدس چیز کی حفاظت کے لئے ہم دوسری مقدس چیز کو قربان نہیں کر سکتے۔ میں نے بتایا تھا کہ میں ان جذبات اور احساسات میں کسی سے پیچھے نہیں جو شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے تمہارے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ میں شعائر اللہ کی عظمت سے پوری طرح آگاہ ہوں اور میں جانتا ہوں کہ مؤمن کا یہ اوّلین فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شعائر اور اس کے پاکیزہ مقامات کی حفاظت کرے لیکن اس کے مقابلہ میں ایک اور چیز ہے اور وہ سلسلہ کی روایات ہیں اور یہ سلسلہ کی روایات بھی ایسی ہی مقدس ہیں جیسے اور مقاماتِ مقدسہ۔ پس اگر ہم ایک مقدس چیز کو قائم رکھنے کے لئے دوسری مقدس چیز کو نقصان پہنچا دیں تو یقیناً یہ ہماری جلد بازی ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان ایسے مواقع پر بعض دفعہ ایک ضروری چیز کو بھی بھول جاتا اور اپنے جوشِ انتقام میں بہت کچھ کر گزرتا ہے۔ دنیا کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی لوگوں کو جوش آتا ہے، وہ بڑی بڑی اہم باتوں کو بھول جایا کرتے ہیں۔ بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ پہاڑ پر سیر کرتے ہوئے ایک شخص پھسل کر کھڈ میں گر جاتا ہے اور یقینی طور پر اس کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص ذرا بھی عقل سے کام لے تو وہ کھڈ میں گرنے والے شخص کے متعلق یہی کہے گا کہ وہ بچ نہیں سکتا، بارہ چودہ فٹ اونچائی سے گر کر لوگ مر جاتے ہیں تو جو شخص ایک میل یا اس سے بھی زیادہ گہری کھڈ میں گر جاتا ہے وہ کس طرح بچ سکتا ہے۔ پس عقلاً یقینی طور پر ایسے شخص کا زندہ نکلنا محال ہوتا ہے اور اس کو بچانے کا خیال بھی بے وقوفی ہوتا ہے لیکن ہر سال یہ نظارے نظر آتے ہیں کہ کئی لوگ ایسی حالت میں کھڈ میں کود جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم گرنے والے کو بچا لیں گے اور اس طرح وہ خود بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ تو جوش کی حالت میں انسان نتائج کا اندازہ نہیں کر سکتا اور نہ عواقب کا خیال کیا کرتا ہے۔ ایسی حالت میں نتائج کا خیال صرف خاص خاص لوگ کر سکتے ہیں عام

لوگ صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ وہ تمام چیزوں کو بھول جاتے ہیں اور صرف اپنی محبوب چیز پر جان دینا اپنے مدِّ نظر رکھتے ہیں۔ پس ان حالات میں جبکہ جماعت احمدیہ کے افراد کے قلوب سخت زخم رسیدہ ہیں اور ان کے جذبات پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہو رہے ہیں، گورنمنٹ پر اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اسے سمجھنا چاہئے کہ مقاماتِ مقدسہ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے افراد یا دوسرے احمدی کارکنوں اور احمدی مستورات کے متعلق جماعت احمدیہ کا نقطۂ نگاہ کیا ہے اور اگر وہ اس امر کو سمجھنا چاہے تو اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ اگر وہ اس امر کو سمجھ سکتی ہے کہ خانہ کعبہ پر اگر کوئی قوم حملہ کرے تو مسلمانوں کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی، اگر وہ اس امر کو سمجھ سکتی ہے کہ مسولینی پر اگر کوئی شخص حملہ کرے تو اٹلی والوں کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی، اگر وہ اس امر کو سمجھ سکتی ہے کہ ہٹلر پر اگر کوئی شخص حملہ کرے تو جرمنی والوں کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی، اگر وہ اس امر کو سمجھ سکتی ہے کہ مسٹر روزویلٹ صدر امریکہ پر اگر کوئی شخص حملہ کرے تو امریکہ والوں کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی تو وہ آسانی سے اس امر کو بھی سمجھ سکتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے معزز افراد یا اس کے مقاماتِ مقدسہ پر اگر کوئی شخص حملہ کرے تو جماعت احمدیہ کے قلوب کی کیا کیفیت ہوگی۔ گو پھر بھی وہ پوری طرح ہماری جماعت کے جذبات کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتی اور گو پھر بھی وہ اس امر کا صحیح اندازہ لگانے سے قاصر رہے گی کہ جماعت احمدیہ کے افراد کو اپنے مقدس مرکز، مقدس مقامات اور اپنی جماعت کے مقدس افراد سے کتنا تعلق ہے۔ یا اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے کتنی گہری عقیدت ہے۔ پس باوجود اس کے کہ وہ احمدیت کو سچا نہیں سمجھتی، باوجود اس کے کہ اس کے بعض افسر احمدیت کے خلاف فتنہ برپا کرنے میں احرار کے ہمنوا ہیں، پھر بھی حکومت کے طور پر اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ امن قائم رکھے اور جس قِسم کی جدّ و جہد کی حالات کو پُر امن بنانے کے لئے ضرورت ہے اسے عمل میں لائے اور وہ یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ احمدی اپنی مساجد یا اپنی جماعت کے مقدس افراد کا کیا درجہ سمجھتے ہیں۔ مسجد شہید گنج کا واقعہ ابھی حکومت کی نظروں کے سامنے ہے۔ یہ مسجد خاص شعائر اللہ میں سے نہیں لیکن ایک تاریخی مسجد ہے اور اس وجہ سے مسلمانوں کے جذبات اس سے وابستہ ہیں۔ حکومت نے دیکھ لیا ہے کہ اس کے تازہ دوستوں احرار کے سوا کوئی مسلمان حنفی ہو، شیعہ ہو، اہل حدیث ہو، یا احمدی ہو اس کے انہدام کو برداشت نہیں کر سکا۔ آج ہم میں سے ہر ایک کا دل اس

واقعہ پر مضطرب ہے۔ پس اگر عام مسجدوں میں سے ایک مسجد کی بے حرمتی مسلمان نہیں برداشت کر سکتے تو کس طرح ممکن ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی کسی ایسی مذہبی جگہ کی بے حرمتی برداشت کر لے گا جو شعائر اللہ میں سے ہے۔ اگر کسی مذہبی مقام کی بے حرمتی ایک معمولی بات ہے تو کیوں ہز ایکسی لنسی گورنر پنجاب شملہ چھوڑ کر شہید گنج کی مسجد کے جھگڑے کے موقع پر لاہور پہنچ گئے؟ کیوں منسٹر، فنانس ممبر اور دوسرے ارکان حکومت وہاں پہنچ گئے؟ اور کیوں فوج اور اسلحہ کی ہر طرف نمائش کر دی گئی؟ کیا اسی لئے نہیں کہ شہید گنج کی مسجد کے متعلق جوش دکھانے والے وہ مسلمان تھے جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں لیکن گورنمنٹ کے اس رویہ کو دیکھ کر کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جب کروڑوں آدمی کسی امر کے متعلق جوش دکھانے والے ہوں تو گورنمنٹ اس کی پروا کرتی ہے اور اگر چھپّن ہزار فریاد کرنے والے ہوں تو گورنمنٹ کو ان کی چیخ و پکار کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ بتاؤ اگر صورتِ حالات کو ان بے لاگ الفاظ میں پیش کیا جائے تو اخلاقی طور پر گورنمنٹ کے متعلق کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ گویا حکومت کے نزدیک چھپن ہزار افراد کے دل کو وہ زخم اتنی تکلیف نہیں دیتا جتنا ایک زخم کروڑوں افراد کے دل کو تکلیف دے سکتا ہے حالانکہ جماعت احمدیہ کے جن افراد یا مقدس مقامات پر دشمن اِس وقت حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ وہ افراد یا مقام ہیں جو تاریخی حیثیت رکھتے ہیں جو احمدیوں کے نزدیک شعائر اللہ میں سے ہیں اور ان کے نزدیک خدا تعالیٰ کا کلام ان کی تعظیم کے لئے اُتر چکا ہے۔ پس اگر وہ ایک غیرت مند قوم ہیں تو وہ خون کا آخری قطرہ اپنی اور سلسلہ کی عظمت کے لئے بہانے کے لئے تیار ہوں گے اگر حکومت نے اپنی ذمہ داری کو نہ سمجھا اور اس ذمہ داری کو جو اس کا بنایا ہوا قانون اس پر عائد کرتا ہے پورا نہ کیا۔

سالہا سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ اسلام کی ترقی ان کی اولاد کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ اس سے بھی پہلے رسول کریم ﷺ نے امت محمدیہ کو خبر دی تھی کہ جب اسلام پر مصیبت کا وقت آئے گا اور ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو اُس وقت رَجُلٌ مِنْ فَارِسٍ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید دین کے لئے کھڑا کیا جائے گا[۱] اور بعض حدیثوں میں رَجُلٌ کی بجائے رِجَالٌ[۲] آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد بھی اس میں شامل ہے۔

پس یہ وہ پیشگوئیاں ہیں جو رسول کریم ﷺ تک جاتی ہیں۔ ان پیشگوئیوں کے ایک مصداق پر

حملہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہوسکتی۔ خالی یہ کہہ دینا کہ یہ دفعہ ۳۲۳ کا کیس ہے، واقعات سے چشم پوشی کرنا ہے اور نہ یہ کہنا کافی ہوسکتا ہے کہ اگر چھپن ہزار افراد کے قلوب زخمی ہوئے ہیں تو وہ آپ نالش کریں کیونکہ حملہ کی نوعیت ایسی ہے کہ گورنمنٹ پر اس کے متعلق اخلاقی طور پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور درحقیقت یہ حملہ حکومت کی غفلت کے نتیجہ میں ہؤا ہے۔ ابھی گورنمنٹ نے مسجد شہید گنج کے انہدام کے سلسلہ میں اعلان کیا تھا کہ گو سکھوں پر قانونی طور پر انہدامِ مسجد کے متعلق کوئی ذمہ واری عائد نہیں ہوتی مگر اخلاقی ذمہ واری سے وہ عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ وہی اخلاقی ذمہ واری جس کا گورنمنٹ نے مسجد شہید گنج کے واقعہ پر اعلان کیا، اب خود گورنمنٹ پر عائد ہوتی ہے۔ اگر گورنمنٹ سمجھتی ہے کہ اخلاقی ذمہ واری کوئی چیز ہے تو یہاں بھی لاکھوں احمدیوں کے قلوب کو مجروح کر دینے والی حرکات کو دیکھ کر اس کا خاموش رہنا بلکہ اس کے بعض افسروں کا مفسدوں کے حوصلے بڑھانا اس پر بہت بڑی ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں جہاں ہم زوردار لیکن مؤدبانہ الفاظ میں گورنمنٹ کو ان واقعات کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں، جہاں جوش اور اخلاص کے ساتھ ہم ان ذرائع کو اختیار کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو موجودہ حالات کو بدل دیں، وہاں ضروری ہے کہ ہمارا طریقِ کار شریعت اور قانون کے مطابق ہو، ورنہ ہم ایک دیوار کو قائم کرتے ہوئے دوسری دیوار کو گرانے والے ہوں گے اور لوگوں کی ہنسی مذاق کا نشانہ بنیں گے۔ مجھے اپنی جماعت میں سے بعض نے یہاں تک خطوط لکھے ہیں کہ جب آپ ہمیں یہ اجازت نہیں دیتے کہ اگر کوئی ہم پر حملہ کرے تو اسے روکیں اور دفاعی طور پر اس سے لڑیں تو ہمیں اتنا جوش آتا ہے کہ بعض دفعہ جی چاہتا ہے کہ خودکشی کر کے مر جائیں۔ یہ وہ حالت ہے جسے دیوانگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دنیا کے تمام ڈاکٹر اور تمام جج یہ تسلیم کرتے ہیں کہ خودکشی جنون کی ایک علامت ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہماری جماعت کے بعض کمزور طبع آدمی موجودہ مخالفت کو دیکھ کر اس حالت میں ہیں کہ قریب ہے وہ اپنی عقل کھودیں کیونکہ خودکشی کرنا شرعی طور پر حرام ہے اور اسے اتنا بُرا فعل سمجھا گیا ہے کہ شرک تو معاف ہوسکتا ہے مگر خودکشی کا گناہ معاف نہیں ہوسکتا کیونکہ شرک کے بعد انسان توبہ کرسکتا ہے مگر خودکشی پر انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی موقع نہیں رہتا۔ تو بعض طبائع میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے اور وہ مجھے لکھ رہے ہیں کہ اگر آپ کی طرف سے بھی

ہمارے راستہ میں روک ہے تو ہمارا جی چاہتا ہے ہم خودکشی کرلیں۔ ایسا ایک خط نہیں بلکہ کئی خطوط ملے ہیں جو مختلف لوگوں نے مختلف علاقوں سے لکھے ہیں اور مجھے نہایت مشکل سے انہیں روکنا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھیں جس سے میں اب تک جماعت کو روک رہا ہوں اس لئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر فرض کرلو ہمارے شور کے نتیجہ میں گورنمنٹ حملہ آور کو ایسی ہی سزا دے دے جیسی بعض لوگ چاہتے ہیں یا کوئی اور سخت دفعہ اس پر لگاوے اور اسے تین یا چار سال کے لئے قید کردے۔ یا فرض کرو گورنمنٹ کچھ نہیں کرتی اور تم میں سے بعض جوشیلے اُٹھتے ہیں اور اسے مارتے پیٹتے ہیں یا تم میں سے کوئی جوشیلہ اُٹھتا ہے اور فرض کرو اسے قتل کردیتا ہے تو پھر کیا نتیجہ نکلے گا۔ ہمیں عقل سے کام لے کر سوچنا چاہئے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص ایسی حرکت کر بیٹھے تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟

سزا کے متعلق یاد رکھو کہ اسلام کا حکم ہے۔ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا[3] یعنی سزا نوعیت کے مطابق ہؤا کرتی ہے۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جس طرح عملی طور پر اس کی حملہ کرتے وقت صرف دو لاٹھیاں چلیں گو نیت اُس کی قتل کی تھی اسی طرح اگر تم میں سے کوئی اس کو دو لاٹھیاں مار لیتا ہے تو کیا تم سمجھ سکتے ہو اس طرح جماعت کی عزت محفوظ ہو جائے گی۔ یا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ اس طرح اس ہتک کا ازالہ ہو جائے جو اس وقت ہماری جماعت کی کی جارہی ہے۔ اگر یہ نہیں ہوگا تو پھر تم بدلہ لیکر کیا کرسکتے ہو اور اگر تم میں سے کوئی اس کا یہ جواب دے کہ ہم اسے دو لاٹھیاں کیوں ماریں گے اسے قتل کیوں نہ کردیں گے۔ تو میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا یہ فعل اسلام میں جائز ہوگا؟

تاریخوں میں لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک شخص نے خنجر کے ساتھ حملہ کیا اور آپ کا پیٹ چاک کردیا، وہ پکڑا گیا، تو صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ ہم اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ آپ نے حضرت امام حسن کو بلوایا اور وصیت کی کہ اگر میں مر جاؤں تو میری جان کے بدلے اس کی جان لے لی جائے لیکن اگر میں بچ جاؤں تو پھر اسے قتل نہ کیا جائے۔[4] کتنے شدید احکام ہیں جو ہماری شریعت نے اس بارے میں دیئے ہیں اور کس طرح ممکن ہے کہ ہم انہیں نظر انداز کرسکیں۔ اگر دوسرا شعائر اللہ کی بے حرمتی کرتا ہے تو کیا اس کے بدلہ میں ہم خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی بے حرمتی کرنے لگ جائیں اور کیا یہ ہمارے لئے جائز ہوگا؟ میں اس پر تفصیلی روشنی ڈالوں گا کہ ایسی صورت میں ہمیں

کیا کرنا چاہئے فی الحال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص اس فعل کا ارتکاب کریگا تو وہ دو بیوقوفیاں کریگا۔ ایک یہ کہ وہ خدا کا جُرم کریگا اس لئے کہ جُرم کی نوعیت کے خلاف اس نے سزا دی۔ جُرم کی نوعیت کچھ اور سزا چاہتی تھی اور اس نے کچھ اور سزا دی۔ اور پھر خود سزا دی جو اس کے لئے جائز نہیں تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ ایک بے فائدہ فعل کریگا اس لئے کہ اس لڑکے کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وہ ایک گداگر کا لڑکا ہے اس کو مار کر تم دنیا میں کیا تغیر کر لو گے کیا اس سے پہلے دنیا میں اس کا وجود کسی خاص فائدہ کا باعث ہے کہ اب دنیا کو تم اس سے محروم کر دو گے۔ پھر جبکہ یہ فعل اس کا نہیں بلکہ یہ فعل ان انگیخت اور سازش کرنے والوں کا ہے جو احرار کے لیڈر بنے پھرتے ہیں، یہ فعل ان حکام کا ہے جو احرار کی پیٹھ بھرتے ہیں، تو اگر تم اسے مار پیٹ لو گے یا قتل بھی کر دو گے تو سوائے گنہگار بننے کے اور کیا فائدہ ہوگا اس طرح تو تم قانون کے بھی گنہگار بنو گے اور شریعت کے بھی گنہگار بنو گے۔ پس تم دو بیوقوفیاں کرو گے۔ ایک شریعت کے خلاف چلو گے اور ایک بے فائدہ کام کرو گے۔ اس لڑکے کی تو دنیا میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔ وہ تو دنیا میں پیدا ہوا نہ ہوا برابر ہے۔ پس اس فعل سے اسے کیا نقصان پہنچ جائیگا۔ پھر اگر تم یہ فعل کر بھی لو تو احمدیت کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ صرف یہ ہوگا کہ جماعت کی بد نامی ہوگی اور دشمن کو اور زیادہ اعتراض کرنیکا موقع مل جائیگا، وہاں اس سے دشمن ضرور فائدہ اُٹھا لیگا۔ جیسے مستری محمد حسین مارا گیا۔ تو انہوں نے بڑے فخر سے کہنا شروع کر دیا۔ محمد حسین شہید۔ مستری کا لفظ بھی اب وہ اس کے لئے استعمال نہیں کرتے بلکہ بعض جگہ تو میں نے مولوی محمد حسین لکھا ہوا دیکھا ہے۔ پس تم جانتے ہو تمہارے اس فعل کا کیا نتیجہ ہوگا؟ صرف یہ نتیجہ نکلے گا کہ دشمن اسے بڑے بڑے القاب دے دیگا اور کہے گا جناب مولانا محمد حنیف شہید۔ اگر تم کہو کہ دشمن کا یہ غلط پروپیگنڈا ہوگا۔ تو تم یاد رکھو تم تھوڑے ہو اس لئے تمہاری ہر بات غلط ہے اور دشمن کثیر ہے اور اسکی ہر بات صحیح مانی جاتی ہے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ ایک امیر آدمی کی کسی مجلس میں بیٹھے ہوا خارج ہوگئی تو لوگ کہنے لگے دیکھو! انہوں نے کیا خوب حدیث پر عمل کیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہوا کو روکنا نہیں چاہئے۔ پھر طب سے بھی ثابت ہے کہ اگر ہوا روکی جائے تو اس سے نقصان پہنچتا ہے دوسرے ہی دن یہ دیکھ کر کسی نوجوان نے جو ساتھ ہی بے شرم بھی تھا مجلس میں یہی حرکت کر دی۔ تو ہر طرف سے یہ آواز آنے لگی کہ کیسا نا معقول ہے، کیسا بے حیا اور بے شرم ہے مجلس کے آداب کا اس نے کوئی خیال نہیں

رکھا۔تو اِس وقت دنیا میں اخلاق حکومت نہیں کر رہے بلکہ حکومت کا ڈنڈا کر رہا ہے۔تمہارے تمام دلائل کو بے ہودہ سمجھا جائے گا کیونکہ تم تھوڑے ہو اور ان کی ہر بات کو سچا سمجھا جائے گا کیونکہ وہ زیادہ ہیں۔تم میں سے ایک کا فعل جماعت احمدیہ کے سالہا سال کے قائم شدہ وقار کو برباد کر دے گا جیسے محمد حسین کا واقعہ ہؤا۔ دشمن کو ہمارے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل جائے گا اور وہ ایک ذلیل لڑکے کے متعلق یہ مشہور کرنے لگ جائیں گے کہ وہ دین کے لئے اپنی جان قربان کرنے والا ، اسلام کا خادم اور مجاہد اور کیا کیا تھا۔اور پھر تمام عالَمِ اسلام سے اس بہانہ کی آڑ میں چندے بٹورنے کی کوشش کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ ہم اس کی یاد میں کالج کھولنا چاہتے ہیں ، مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں گو آخر میں یہ تمام چندہ احرار کی جیب میں ہی چلا جائے۔پھر وہ شخص جو اس قسم کی حرکت کرے گا قانون کی زد سے بھی بچ نہیں سکے گا۔ان حالات میں تم سوچو کہ ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔اس کا صرف یہ نتیجہ ہوگا کہ ہمارا ایک وجود جو اس کے وجود سے ہزاروں درجے بڑھ کر ہوگا ضائع ہو جائے گا۔مگر میں ایک جاہل سے جاہل اور ادنیٰ سے ادنیٰ احمدی کے متعلق یہ وہم نہیں کر سکتا کہ اس کی قیمت اور حنیف کی قیمت برابر ہے ہم میں سے جو سب سے چھوٹا ہے وہ اس مارنے والے سے سینکڑوں درجے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔پس کیا تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی شخص پیسہ کے لئے اشرفی قربان کر دے۔اگر نہیں تو جو شخص اس قسم کے فعل کا خیال بھی اپنے دل میں لائے گا وہ اپنی نہیں بلکہ احمدیت کی قیمت کو گرانیوالا ہوگا۔سیاسی طور پر مارنے والے کا کوئی جُرم نہیں کیونکہ جُرم یا احرار لیڈروں کا ہے یا حکومت کا۔عقلی طور پر وہ کوئی خاص پوزیشن نہیں رکھتا ، تمدنی طور پر اس کا لوگوں پر کوئی اثر نہیں ، پھر اس قسم کی حرکت اگر ہم میں سے کوئی شخص کرے گا تو اس کا کیا فائدہ ہوگا۔پس اس موقع پر جہاں میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ صبر وضبط سے کام لے اور اپنے جوشوں کو دبا کر رکھے ، وہاں حکومت کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس قسم کے آدمیوں کو کچھ عرصہ کے لئے قادیان سے باہر رکھے کیونکہ ہر قسم کی نصیحت کے باوجود اس وقت طبائع میں سخت جوش ہے اور کوئی گورنمنٹ لوگوں کی طبائع کے جوش کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔اگر ایک ہزار افراد کا مجمع ہو تو اسے بھی کنٹرول میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔پھر ہماری جماعت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ ہے اور مختلف طبائع کے لوگ اس میں شامل ہیں ان سب کو قابو میں رکھنا بہت زیادہ مشکل کام ہے۔گورنمنٹ کے اعداد وشمار کے لحاظ سے آج سے چار سال پہلے ہماری

جماعت کی تعداد پنجاب میں چھپن ہزار تھی اور اگر پنجاب میں ہماری تعداد چھپن ہزار تھی تو گورنمنٹ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سارے ہندوستان میں ہماری جماعت کی تعداد ایک لاکھ سے کسی صورت میں کم نہیں ہوسکتی ۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں گورنمنٹ کے نقطہء نگاہ کے ماتحت پنجاب میں ۲۸ ہزار احمدی تھے لیکن ۱۹۳۱ء کی مردم شمادی میں چھپن ہزار ہو گئے گویا احمدی دس گیارہ سال کے عرصہ میں دوگنے ہو جاتے ہیں ۔ پس گورنمنٹ کو اپنے اعداد وشمار کے رو سے بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر ۱۹۳۱ء میں پنجاب میں چھپن ہزار احمدی تھے تو اب ۱۹۳۵ء میں ۸۴ ہزار ہو گئے ہیں اور اگر ۱۹۳۱ء میں تمام ہندوستان میں ایک لاکھ احمدی تھے تو اب ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہو چکے ہیں ۔ ان پنجاب کے ۸۴ ہزار یا ہندوستان کے ڈیڑھ لاکھ احمدی افراد کو قابو میں رکھنا سخت مشکل کام ہے ۔ اسی واقعہ کے متعلق کئی لوگوں نے مجھے لکھا ہے کہ آپ ہمارے ہاتھوں کو روک کر ہمیں بے غیرت بناتے ہیں پھر کئی لوگوں نے لکھا ہے کہ اگر آپ کی اس نصیحت پر عمل کیا جائے تو جماعت تباہ ہو جائے ۔ میں جانتا ہوں کہ لکھنے والے مخلص ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جب وہ یہ الفاظ لکھ رہے تھے تو انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کا مفہوم کیا نکلتا ہے مگر اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعض طبائع میرے روکنے کے باوجود نہیں رُک رہیں اور بعض طبائع میرے متعلق سمجھتی ہیں کہ میں انہیں تباہی کی طرف لے جا رہا ہوں ایسی حالت میں گورنمنٹ کا یہ امید رکھنا کہ ہماری جماعت کے کسی فرد سے کوئی غلطی نہ ہو بہت بڑی امید ہے اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ اس صورتِ حالات کا جو ہمارے خلاف پیدا ہے فوری تدارک کرے ورنہ اگر کوئی ناخوشگوار واقعہ ہؤا تو اس کی ذمہ داری زیادہ تر گورنمنٹ پر عائد ہوگی احراریوں پر کم ہوگی کیونکہ ان کا کام ہی فتنہ وفساد پیدا کرنا ہے، احمدیوں پر نہیں ہوگی کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور وہ دشمنوں کی طرف سے بے حد ستائے گئے ہیں، غرض اس کی اصل ذمہ داری گورنمنٹ پر ہوگی جو قیامِ امن کے لئے قائم کی گئی ہے اور اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہے ۔ پھر باوجود میری کوششوں اور جماعت کے دوسرے مخلصین کی ان کوششوں کے کہ فساد نہ ہو، کسی قِسم کا جھگڑا نہ ہو اور باوجود اس کے کہ گورنمنٹ اپنے سلوک کی وجہ سے اب اس بات کی مستحق نہیں رہی کہ اس کے ساتھ تعاون کیا جائے ، گورنمنٹ اگر ہم سے کسی چیز کی امید کرسکتی ہے تو وہ وہی ہے جس کے کرنے کا مذہب ہمیں حکم دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حکومتِ وقت کے قوانین کی فرمانبرداری کرو ۔ پس ہم اس کے قوانین کی فرمانبرداری

کریں گے لیکن گورنمنٹ اب یہ ہم سے امید نہیں کرسکتی کہ ہم اس کے ساتھ ویسا تعاون کریں جیسا کہ پہلے کیا کرتے تھے جب تک کہ چُن چُن کران سرکاری افسروں کو عبرتناک سزا نہ دی جائے جن کا اس فتنہ کے پھیلانے میں دخل ہے خواہ وہ چھوٹے افسر ہوں یا بڑے اور جب تک کہ سلسلہ کی ہتک کا ازالہ نہ کیا جائے، مگر باوجود اس کے سلسلہ کی نیک نامی کی خاطر ہم تیار ہیں کہ لوگوں کو اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی نصیحت کریں، گو ممکن ہے ہماری ہر قِسم کی کوششوں کے باوجود بھی کوئی شخص اپنے جوش کو ظاہر کر بیٹھے۔ پنجاب کے ایک نہایت ہی ذمہ وار شخص کے سامنے ایک اور ذمہ وار شخص نے کہا میرے پاس اس شخص کی تحریر بھی موجود ہے اور اگر موقع ہوُا تو میں اسے ظاہر کردوں گا کہ ہم کو احمدیوں پر یقین ہے کہ وہ فساد نہیں کریں گے یعنی چونکہ ہم مانتے ہیں کہ وہ فساد نہیں کریں گے اس لئے ہمیں زیادہ فکر نہیں۔ گویا احمدی جماعت کو اس کی شرافت کی وجہ سے قربان کیا جاتا ہے حالانکہ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد اگر احمدیوں کی اس قربانی کی قدر نہ کی جائے تو اخلاقی طور پر گورنمنٹ پر اتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کے پاس موجودہ صورتِ حالات کے متعلق کوئی جواب ہی باقی نہیں رہتا۔

میں اس موقع پر آپ لوگوں کو اسلامی سزا کے چند طریق بھی بتا دیتا ہوں کیونکہ بہرحال کوئی بھی موقع ہو ہم اسلام سے باہر نہیں جا سکتے۔ اسلام ہی ہمارا اوڑھنا ہے اور اسلام ہی ہمارا بچھونا ہے اور اسلام ہی ہماری غذا اور ہماری راحت وآرام کا ذریعہ ہے۔ جیسے مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ہم اسلام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سزا کے متعلق فرماتا ہے کہ جَـزَاءُ سَيِّـئَةٍ سَيِّـئَـةٌ مِّثْلُهَا اصول سزا کا یہ ہے کہ جیسا جُرم ہو اس کے مطابق سزا ہو۔ دوسرے قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا کی برابری سے مراد اس کی ظاہری شکل نہیں ہوتی۔ یہ نہیں کہ کوئی عورت گزر رہی ہو اور کوئی بدمعاش اسے چھیڑے یا اس کا برقعہ اُتار لے تو سزا دیتے وقت اُس کی بیوی یا بہن کو بلایا جائے اور اس کا برقعہ اُتارا جائے بلکہ برابری سے مراد باطنی برابری ہے گو بعض جگہ ظاہری شکل بھی لی جاتی ہے۔ خصوصاً جسمانی حملہ کی صورت میں لیکن عام طور پر باطنی شکل لی جاتی ہے جیسے زنا ہے اس کی سزا شریعت نے بعض حالتوں میں کوڑے اور بعض حالتوں میں سنگساری رکھی ہے۔ گو سنگساری کی سزا میں اختلاف ہے مگر میں اِس وقت مسئلہ بیان نہیں کررہا بلکہ ایک مثال دے رہا ہوں۔ اب زنا کا کوڑوں یا سنگساری سے کیا تعلق ہے۔ صاف پتہ لگتا ہے کہ سزا کی برابری سے مراد ظاہری شکل کی

برابری نہیں مگر جسمانی ایذاء کے متعلق عام طور پر سزا میں ظاہری شکل قائم رکھی جاتی ہے۔قرآن کریم میں آتا ہے اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ [۵] اگر زید بکر کو یا بکر زید کو جسمانی طور پر کوئی ایذاء دیتا ہے اور زید بڑا آدمی ہے تو یہ نہیں ہوگا کہ اگر بکر نے زید کو ایک لٹھ ماری ہے تو زید کے بڑے ہونے کی وجہ سے بکر کو پانچ سو لٹھ ماری جائیں۔اس نے اگر ایک سوٹی ماری ہے تو اسے بھی ایک ہی سوٹی ماری جائے گی۔اس خیال سے دو نہیں ماری جائیں گی کہ زید بڑا اور بکر چھوٹا ہے۔تیسرے۔شریعتِ اسلامی نے ایذاء اور اس کے نتیجہ کو الگ الگ جُرم قرار دیا ہے۔اس بارے میں شریعتِ اسلامی انگریزی قانون سے مختلف ہے انگریزی قانون کے ماتحت اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرتا ہے تو اُسے قتل کی ہی سزا دی جائے گی، وہ یہ نہیں دیکھیں گے کہ کس طرح قتل کیا گیا۔فرض کرو ایک شخص گولی مار کر دوسرے کو مار دیتا یا تلوار چلا کر اس کی گردن اُڑا دیتا ہے یا اپنی طرف سے تو اسے مار دیتا ہے لیکن وہ چند دن بیمار رہ کر مرتا ہے۔اب مارنے والے کی نیت فوری طور پر اسے مارنا تھی یہ نہیں تھی کہ ایذاء دے دے کر مارے۔گو یہ الگ بات ہے کہ وہ ایذاء سہہ سہہ کر مرا لیکن ایک اور شخص ہے وہ اپنے دشمن کو پکڑتا ہے اور پہلے اس کی ایک اُنگلی کاٹتا ہے پھر دوسری پھر تیسری پھر چوتھی، اسی طرح وہ ایک ایک کر کے دوسرے ہاتھ کی اُنگلیاں کاٹتا ہے، پھر پاؤں کی اُنگلیاں کاٹتا ہے، پھر ناک کاٹ دیتا ہے، پھر آنکھیں نکال لیتا ہے اور اس طرح ایذاء دے دے کر مارتا ہے۔ ہماری شریعت ایسے موقعوں پر ایذاء کی الگ سزا دے گی اور قتل کی الگ دیگی۔اگر قاتل نے فوری طور پر قتل کیا ہے تو اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔اور اگر اس نے ایذاء دے دے کر مارا ہے تو اسے بھی ایذاء دے دے کر مارا جائے گا۔ جیسے احادیث میں آتا ہے کہ کچھ لوگ بعض صحابہ کو پکڑ کر لے گئے اور لوہے کی گرم گرم سلاخیں انہوں نے اُن کی آنکھوں میں پھیریں اور پھر قتل کر دیا۔جب وہ پکڑے آئے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا انہیں بھی اسی طرح مارو۔پہلے لوہے کی سلاخیں گرم کر کے ان کی آنکھوں میں ڈالو اور پھر قتل کر دو۔ انگریزی قانون میں چونکہ یہ توضیح نہیں اس لئے انگریزوں کو اس کا نتیجہ بھی بھگتنا پڑتا ہے۔سرحد میں پٹھان بعض دفعہ انگریزوں اور میموں کو اُٹھا کر لے جاتے اور انہیں سخت ایذائیں دے دے کر مارتے ہیں۔جب وہ پکڑے جاتے ہیں تو انگریزوں کو سخت غصہ آتا ہے مگر قانون کی پابندی میں صرف پھانسی دے سکتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔البتہ پولیس والے بعض دفعہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے

وہ مار مارتے ہیں جسے پنجابی میں گجھی مار کہتے ہیں ۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قاتل کے لواحقین پھر بھی خوش ہوتے ہیں کہ گوانہوں نے بدلہ میں ہمارا آدمی ماردیا مگر اسے وہ ایذاء تونہیں دے سکے جو ہم نے ان کے آدمی کو دی تھی ۔اگر انگریزی قانون کی بجائے شریعت کا قانون نافذ ہوتا تو شریعت کہتی جیسی ایذاء مقتول کو دی گئی ہے ویسی ہی ایذاء پہلے قاتل کو دی جائے اور پھر اسے قتل کیا جائے۔

چوتھے انفرادی جُرم اور قومی جُرم میں اسلام نے فرق رکھا ہے۔انفرادی جُرم کی اور سزا ہوگی اور قومی جُرم کی اور۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ[6] یعنی فتنہ وفساد بعض دفعہ قتل سے بھی زیادہ سنگین جُرم ہوتا ہے۔

پانچویں ۔سزا شریعت نے حکومت کے اختیار میں رکھی ہے یہ اجازت نہیں دی کہ جس نے کوئی جُرم کیا ہو اُسے انسان خود بخود سزا دے دے۔

چھٹے ۔شریعت خود حفاظتی کی اجازت دیتی ہے یہ نہیں کہتی کہ اگر کوئی حملہ کرے تو اُس وقت اپنے آپ کو اس کے حملہ سے نہ بچایا جائے ۔چنانچہ رسول کریم ﷺ کا ایک اپنا واقعہ احادیث میں بیان ہوا ہے۔ایک دفعہ آپ گھر میں تشریف رکھتے تھے، آپ کی ایک بیوی نے کہا یَا رَسُوْلَ اللهِ!ابھی ایک شخص کو میں نے دیکھا وہ سوراخ میں سے ہمارے گھر میں جھانک رہا تھا۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے پہلے کیوں نہ بتایا میں نیزے سے اس کی آنکھ پھوڑ دیتا۔[7] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود حفاظتی جائز ہے مگر یہ خود حفاظتی اس وقت جائز ہوتی ہے جب کوئی شخص حملہ کر رہا ہو۔اگر چلا گیا ہو تو پھر اس کے پیچھے بھاگ کر اس پر حملہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اگر بعد میں بھی حملہ جائز ہوتا تو رسول کریم ﷺ یہ نہ فرماتے کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا ورنہ میں اس کی آنکھ پھوڑ دیتا۔آپ بعد میں بھی اس کی آنکھ پھوڑ سکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔

ساتویں ۔کسی جُرم کی انگیخت کرنے والوں کو شریعت اصل مجرم قرار دیتی ہے ۔اگر انگیخت کے ماتحت کوئی اور حملہ کرتا ہے تو گو وہ بھی مجرم ہوتا ہے مگر اصل مجرم وہ ہوتا ہے جس نے انگیخت کی ۔ان اصول کو ہمیشہ یاد رکھو اور سمجھ لو کہ سزا دینا حکومت کا کام ہے نہ تمہارا۔اور سزا نوعیت کے مطابق ہونی چاہئے لیکن اگر حکومت غفلت سے کام لیتی اور مجرم کو سزا نہیں دیتی بلکہ اسے چھوڑ دیتی ہے تو شریعت نے اس کا بھی علاج بتایا ہے مگر اس سے پہلے ضروری ہوگا کہ گورنمنٹ کی غفلت ثابت کی جائے ۔اگر

گورنمنٹ کی غفلت ثابت ہو جائے اور معلوم ہو کہ اس نے لاپروائی سے کام لے کر فساد کو بڑھنے دیا ہے تو شریعت نے ہمارے ہاتھ بالکل باندھ نہیں دیئے بلکہ اور باتیں بھی ہمیں بتائی ہیں ۔ ہماری شریعت خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہے لیکن چونکہ اب تین بج چکے ہیں اس لئے بقیہ باتیں اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اگلے خطبہ میں بیان کروں گا۔

(الفضل ۲۵ ؍جولائی ۱۹۳۵ء)

۱،۲ بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الجمعۃ۔ باب قولہ وَ آخرین منھم (الخ)

۳ الشوریٰ: ۴۱

۴ تاریخ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء

۵ البقرۃ: ۱۷۹ ۶ البقرۃ: ۱۹۲

۷ مسلم کتاب الادب باب تحریم النظر الٰی بیت غیرہ